الدعوة الى نصرة الدين

ملقب بہ

پیام عمل

یعنی

حضرات علمار اُمت و عمائد ملت کی خدمت میں

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی دینی دعوت کی پیش کش

جس کو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد سے

جناب مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی نے مرتب فرمایا

اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جسکو سُنکر حضرات علمار و اکابر اُمت کی خدمتمیں اپنی طرف سے
پیش کرنیکی اجازت دی

ناشر

(منشی) انیس احمد ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین رح دہلی

قیمت چار آنے

تعارف اور واقعہ

گذشتہ سال اپریل کا مہینہ تھا، دہلی شہر میں جمعیۃ علماء کا اجلاس ہو رہا تھا جس میں اطراف ہند کے علماء اور اکابر جمع ہونے والے تھے۔

سیّدی و مولائی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شغف قلبی اور سوز دروني کا تقاضا اور شدید تقاضا ہوا کہ اس مبارک اجتماع میں اکابر ملت تک کسی طرح اپنی دعوت کو پہونچایا جائے حضرت موصوفؒ میں ضعف اور نقاہت کی وجہ سے طاقت گویائی نہ تھی اور ان دنوں مرض کا شدید حملہ تھا اس لئے خدام نے یہ طے کیا کہ حضرت ہی کی طرف سے تحریر لکھی جائے جس میں حضرت موصوف کی دعوت کا خلاصہ اور اُن کے مقاصد کی ترجمانی اور توضیح ہو۔ اور حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ مدظلہ کے ذریعہ اس کو علماء کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

تحریر لکھی گئی اور حضرت مولانا موصوفؒ نے باوجود شدتِ علالت کے اُس کو بار بار سُنا اور جگہ بہ جگہ ترمیم و اصلاح فرمائی اور فرمایا اس میں میرے دل کی بات اچھی طرح واضح ہو گئی۔

جمعیت کی خصوصی و عمومی مجالس میں بوجہ قلتِ وقت کے یہ تحریر نہ پڑھی جا سکی لیکن حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے اپنے شاندار اور نہایت وقیع الفاظ میں اس دعوتِ دینی کو علماء کرام کے سامنے پیش فرمایا اور سب کی جانب سے کام کی تحسین اور تصویب ہوئی۔ فجزاھم اللہ خیرًا۔

حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا تقاضا تھا کہ جلد اس تحریر کو شائع کر کے تمام علماء کی خدمت میں بھیجدیا جائے۔ مگر افسوس حضرتؒ کی حیات میں یہ کام نہ ہو سکا اور تحریر گم ہو گئی۔ اب چونکہ مسودہ مل گیا ہے اس لئے تعمیلِ ارشاد میں اس کو شائع کیا جاتا ہے۔ خدا کرے کہ اکابرینِ ملت اس جانب متوجہ ہوں اور یہ تحریر دین کو سرسبز کرنے والے ایک عملی انقلاب کا ذریعہ بن جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

خاکپائے بزرگاں
احتشام غفرلہٗ

۱۳ صفر ۱۳۶۴ھ

نوٹ :- اب پھر ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ کو دوبارہ گمشدہ مضمون کو تلاش کر کے اشاعت کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ بندہ ۔ انیس احمد غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ والصلوٰۃ والسلام علی

من بعث رحمۃ للعالمین ھادیاً بشیراً و نذیراً و علی آلہ و اصحابہ

و اتباعہ اجمعین۔

علمائے امت! بزرگانِ ملت ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

یہ ناچیز ذرۂ بے مقدار عرصۂ دراز سے[1] مسلمانوں کو ایک اہم دینی کام کی دعوت دے رہا ہے جس پر میرے خیال ناقص میں مسلمانوں کی دینی اور دنیوی فلاح اور ترقی کا انحصار ہے۔

اب تک اس پیام کو کچھ عام مسلمانوں نے سنا اور اپنی سمجھ کے موافق بلکہ یوں کہیے کہ بے سمجھے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ بات بے سمجھی اور عمل ادھورا پھر بھی اس کے جو نتائج اور ثمرات مشاہدہ کیے گئے اس سے کوئی حقیقت شناس انکار نہیں کر سکتا۔ صرف ان نتائج اور ثمرات کو دیکھ کر بزرگوں نے کام کی تحسین کی اور ہمت افزائی فرمائی مگر ادھوری بات اور ناقص عمل پیش نظر ہونے کی وجہ سے کام کو اپنایا نہیں۔ کوئی سمجھا کلمہ کی دعوت ہے کوئی سمجھا نماز کی تحریک ہے وغیرہ وغیرہ۔

غرض حقیقت شے کے مبہم اور مجہول ہونے کی وجہ سے مقتدایانِ اُمّت عملی اقدام سے کنارہ کش رہے اور اب تک کنارہ کش ہیں حالانکہ ہر کام کو اُس کا اہل ہی حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے سکتا ہے اور یہی میرا مقصود تھا کہ بات کو اُس کے معادن تک پہونچا دوں اور جواہر کو قدر شناسوں کے حوالے کر دوں مگر افسوس اب تک یہ آرزو بر نہ آئی۔ آج پھر اسی آرزو کو پورا کرنے کی آرزو میں اپنی چند معروضات آپ حضرات کی خدمت میں پیش

---

[1] مراد حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ۔

کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

۱۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مختلف کمالات وملکات سے آراستہ کرکے انبیاء اور رسولوں کی مقدس جماعت کو مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔ مخلوق نے جو بھی کمال پایا دنیوی ہو یا اُخروی معاشی ہو یا معادی اس کا اصل منبع اور سرچشمہ یہی برگزیدہ جماعت ہے (علیہم السّلام) پھر تمام کمالات اور ملکات کا مکمل پیکر بلکہ مجسمۂ کمالات بناکر حضور سیدالانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مبعوث فرمایا۔ اب نہ کوئی کمال کا ذرّہ باقی رہا اور نہ کوئی ترقی کا گوشہ خالی رہا جس حدِ کمال تک انسان کو پہونچانا تھا یا انسان جہاں تک ترقی کرسکتا تھا اُس کا آخری نقطہ اور منتہائے سرحد یہی ہے۔

اب کمال اور ترقی حاصل کرنے کا راستہ صرف اسوۂ حسنۂ نبوی کی پیروی ہے اور بس جو قدم بھی خلاف اسوۂ حسنہ کے اُٹھیگا وہ بظاہر جس قدر چاہے شاندار ہو انجام کار ذلت اور اہانت کا موجب ہوگا۔

حتیٰ کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السّلام باوجود اپنی عظمت وجلالت اور نبیِ مرسل وصاحب شریعت ہونے کے آج اگر جلوہ فرمائے عالم ہوں تو بلا اتباع اسوۂ حسنۂ نبوی نہ کوئی چارہ ہے اور نہ کوئی ترقی کرسکتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے۔

لوکان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی	اگر موسیٰ علیہ السّلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

چنانچہ آخر زمانہ میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول ہوگا تو اپنی تعلیمات اور شریعتِ حقّہ کو چھوڑ کر شریعت محمدیہ ہی کے پیرو اور تبع ہوں گے۔

۲۔ شریعتِ محمدیہ کی اصل خصوصیت اور امتیازی شان یہ ہے کہ یہ معاش اور معاد دونوں کو جامع ہے اور زندگی کے ہر پہلو کو پُورے طور پر حاوی اور انسان کا ہر کام بلکہ ہر حرکت و سکون بشرطیکہ اسوۂ نبی کے ماتحت ہو شریعت محمّدیہ کی رو سے عین دین اور سراسر بندگی ہے اور اس کے برعکس جو کام اسوۂ نبوی سے ہٹا ہوا اور خدا اور رسول کے تعلق اور مرضی کے خلاف ہو وہ دُنیا ہے اور مردود ملعون۔

غرض شریعت ضامن اور متکفل ہے انسان کی ہر ترقی کی اور حاوی ہے انسانی تمام ضروریات کو اس طرح کہ یہ عالم کمالِ انسانی کا جلوہ گاہ ہو اور عالم اُخروی کے لئے مزرعت اور جولانگاہ۔

الدنیا مزرعة الاخرة — دنیا آخرت کی کشت ہے۔

اِس لئے جب تک مسلمان شریعت محمّدیہ کی مکمل پیروی کریں گے اور اُسوۂ نبوی کے نقوش پر گامزن ہونگے اُن کے لئے دونوں عالم کی ترقی اور عروج کی تمام راہیں کشادہ ہونگی اور نعمتہائے خداوندی کی فراوانی اور ارزانی رہے گی، اور یہی معنٰی ہیں کمال دین اور اتمام نعمت کے

الیوم اکملت لکم دینکم و	آج تمہارے لئے تمہارا دین ہم نے مکمل کر دیا
اتممت علیکم نعمتی ورضیت	اور تم پر اپنی نعمتیں پُوری کر دیں اور تمہارے
لکم الاسلام دینا	لئے دین اسلام پسند کیا۔

اکمال دین کے یہ معنٰی ہرگز نہیں کہ انسان جو راہ بھی اختیار کریگا اس کی رہنمائی دین سے ہو جائے گی اور سرفراز ہو جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمام راہوں کو مسدود کر کے جیسا کہ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے مسدود اور ممنوع قرار دیا ہے صرف ایک شاہراہ پر گامزن ہو تو

ترقی کی کوئی انتہا نہیں اور سربلندی اور سرفرازی کی کوئی حد و نہایت نہیں۔

۳۔ مسلمانوں کے ترقی اور تنزل کا معیار اور قانون دیگر اقوام سے بالکل مختلف اور متضاد ہے۔ مسلمان قوم اگر اسلام پر پُورے طور پر کاربند اور اسوۂ نبوی کی پابند ہو گی تو ترقی اور عروج کے منتہا پر ہوگی اور ہر قوم سے سربلند اور بالا ہوگی۔

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین	تمہیں سربلند ہو گے اگر مومن ہو۔

اور اگر اسلام کی پابندی سے غافل اور لاپروا اور اسوۂ نبوی سے ہٹی ہوئی ہو گی تو اُس کی پاداش میں دیگر اقوام کے زیردست اور ذلیل و خوار ہوگی جیسا کہ اسلام کے لئے علو اور سربلندی لازمی ہے ویسا ہی اسلام سے اعراض اور بے اعتنائی مسلمانوں کی تحقیر اور تذلیل کو مستلزم ہے

ومن اعرض عن ذکری فان	جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا اس کی
له معیشة ضنکاً	زندگانی تنگ ہو جائے گی۔

پس اُمّتِ مسلمہ کسی حال میں بھی غیر اقوام کے دوش بدوش چل کر فلاح حاصل نہیں کر سکتی اور یہود و نصاریٰ اور کفار مشرکین کے نقوش قدم پر چل کر ترقی نہیں کر سکتی اور اگر بالفرض کچھ دنیوی ترقی ہوئی بھی تو وہ اسلام کی ترقی نہیں ہوگی بلکہ افراد اور اشخاص کا ظاہری عروج ہوگا جو دیرپا نہ ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

۱۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا	اور جو اسلام کے سوا کوئی طریقہ اختیار کرے گا
فلن یقبل منه	وہ ہرگز مقبول نہ ہوگا۔
۲۔ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم	اپنے رب کے اتارے ہوئے احکام کی پیروی کرو
ولا تتبعوا من دونه اولیاء	اور اُس کے سوا اور آقاؤں کی پیروی مت کرو۔

کسی شے کے اتباع کے معنی یہی ہیں کہ اس کی تمام باتوں کی کامل پیروی کی جائے اور اُس کے مقابلہ میں غیر کی ہر بات کو بالکلیہ چھوڑ دیا جائے نہ یہ کہ اپنی پسند کے موافق بعض کو لیا جائے اور بعض کو چھوڑا جائے۔

افتومنون ببعض الکتاب — کیا بعضے احکام پر ایمان لاتے ہو، اور بعض
وتکفرون ببعض — کا انکار کرتے ہو۔

بلکہ غیر کی جانب ادنیٰ توجہ بھی حقیقی اتباع کے منافی ہے، اسی لئے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کے مطالعۂ تورات پر سخت غضبناک ہوئے۔ نعوذ باللہ من غضبہ وغضب رسولہ

(۴) ترقی دو نوع کی ہوتی ہے :- ۱۔ افراد اور اشخاص کی ترقی۔ ۲۔ اجتماعی ترقی یعنی جماعت کا اقتدار اور غلبہ۔ اور ہر دو ترقی کے ذرائع اور اسباب جُدا جُدا ہیں۔

(الف) اس اُمّت کے افراد کی ترقی کا ذریعہ یہ ہے کہ وہ اوامر خداوندی کی بجا آوری میں مشغول ہوں اور منہیات شرعیہ سے اجتناب کریں جس قدر منہیات شرعیہ سے رستگاری اور اوامر خداوندی کی بجا آوری ہوگی اسی قدر انسان اوج کمال تک پہونچیگا۔ اور گوناگوں ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز ہوگا

من عمل صالحًا من ذکر او انثی — جس مرد و عورت نے اچھے کام کئے ایمان ہوتے ہوئے
وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ — تو ہم اس کو حیاتِ طیبہ دیں گے اور اس کے اعمال کا
ولنجزینھم باحسن ماکانوا یعملون — سب سے بہتر بدلہ دیں گے۔

ہر چند کہ اوامر خداوندی سے لاپروائی برتی جارہی ہے اور منہیات کو پورا فروغ اور شیوع ہے پھر بھی ایسے لوگ معدوم نہیں جو اس راہِ حق پر جمے ہوئے ہیں اور

مشاہدہ ہے کہ جو شخص جس قدر دینِ حق پر جما ہوا ہے اسی قدر محاسن سے آراستہ، باوقار اور اللہ کی نعمتوں سے سرفراز ہے اور اس کی اطاعت و انابت کے بقدر ضرور اُس کو "حیاۃِ طیبہ" ملی ہوئی ہے۔ لیکن پُوری ترقی اور حقیقی کمال تمام اوامر خداوندی کی بجاآوری پر موقوف ہی جو اکثر جگہ مفقود ہیں۔

(ب) اجتماعی ترقی کا ذریعہ یہ ہے کہ ان امور کو فروغ دیا جائے جو پوری قوم کو ترقی اور فلاح کے راستہ پر استوار کر دیں اور تمام قوم اجتماعی حیثیت سے شاہراہ ترقی پر گامزن ہو پستی سے بلندی کی طرف پرواز کرے جس کا نتیجہ اس دنیا میں جماعتی اقتدار اور غلبہ بھی ہے۔ وہ امور جو اجتماعی صلاح و فلاح کے متکفل اور جماعتی ترقی و اقتدار کو مستلزم ہیں چند ہیں۔

۱۔ دعوت الی الحق:۔

ہر مسلمان میں راہِ خدا کی طرف بُلانے اور صلاح و فلاح کے راستہ کی طرف دعوت دینے کا سچا جذبہ اور اس بارہ میں اپنی ذمہ داریوں کا پورا احساس موجود ہو وہ دوسروں کو دینِ حق اور صراطِ مستقیم کی دعوت دے اور ہر شخص کو حکمت و موعظت کے ساتھ خدا و رسول کی مکمل اطاعت اور فرمانبرداری پر برانگیختہ اور آمادہ کرے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وظیفہ حیات تھا۔

حکم ربانی ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن

راہِ خدا کی جانب حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور اُن سے اچھے طریق سے بحث و مقابلہ کرو۔

یہی تمام انبیاء کرام کا مشترک مقصد اور مشغلہ زندگی تھا جب سلسلہ نبوت کو سید الانبیاء والمرسلین پر ختم کر دیا گیا تو اس اہم کام کی ادائیگی اور پوری ذمہ داری اُمت محمدیہ کے سپرد کی گئی ارشاد ربانی ہے۔

قل هذه سبيلي ادعوا الى الله	(آپ) فرما دیجئے یہ ہے میری راہ کہ میں اللہ کی طرف
على بصيرة انا ومن اتبعني وسبحان الله	یقین کے ساتھ بلاتا ہوں اور میرے پیرو بھی
وما انا من المشركين	اللہ پاک و بے عیب ہے اور میں شرک نہیں کرتا۔

ہمیں بتایا گیا کہ عمر بھر کی کوششوں سے کسی ایک شخص کا راہ راست پر آجانا دنیا بھر کی نعمتوں سے بہتر اور مغتنم ہے۔ ارشاد نبوی ہے:۔

لان يهدى الله بك رجلا خير	اللہ تعالے کا تیری بدولت ایک آدمی کا ہدایت
لك من الدنيا وما فيها۔	دینا تیرے لئے دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہے

یہی وہ اصلی روح تھی جس نے چند سالوں میں پوری دنیا کو دین حق سے روشناس کرا دیا۔ اور آج اسی کے فقدان کی بدولت ہم خود غفلت و مدہوشی میں پڑے ہوئے ہیں۔

۲۔ تعلیم اور تبلیغ:۔

(یعنی دینِ حق کی باتوں کو خود سیکھنا پھر اُن کو دوسرے لوگوں تک پہنچانا اور سکھانا)

جب دینِ حق کی پیروی کے علاوہ نجات و فلاح اور ترقی کا کوئی راستہ نہیں اور پیروی بغیر علم کے ناممکن اور محال تو لامحالہ علم دین کی طلب ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازمی اور لابدی ہے جس کے بغیر زندگی اسلامی نہیں بن سکتی۔ اسی واسطے ارشاد نبوی ہے۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم	ہر مسلمان پر علم کی طلب فرض ہے۔

ظاہر ہے کہ اس جگہ علم سے مراد وہی علم ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر

آئے تھے اور وہی ہے جو انسان کی حقیقی رہنمائی اور سچی رہبری کرتا ہے اس کے علاوہ جو علوم ہیں جن کا انسان کی ہدایت سے تعلق نہیں اُن سے یہاں ہم کو کوئی بحث نہیں

پھر کام محض اسی پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس سے دوسرا جزو اس سے بھی اہم تر ہے یعنی جس دین کی بات کو خود سیکھا ہے اُسے بجنسہٖ دوسروں کو سکھانا اور ناواقفوں تک پہونچا دینا۔ اس لئے کہ یہ خدائی حکم ہے اور حکم خداوندی کا مخلوقِ خدا تک پہونچانا ضروری ہے۔ چنانچہ سید الانبیاء والمرسلین کو حکم ہے۔

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالته	اے رسول اپنے رب کی جانب سے اترے ہوئے احکام دوسروں تک پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہیں کرینگے تو حق رسالت ہی ادا نہ کر سکیں گے

اور یہی حکم تمام اُمّت محمدیہ کے لئے ہے کوئی فرد اس سے مستثنیٰ نہیں۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے۔

بلغوا عنی ولو آیة	میری طرف سے دوسروں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہی۔

دوسری حدیث میں ہے

من سئل عن علم فکتمه الجم یوم القیٰمة بلجام من النار	جس شخص سے علم دین کی بابت کچھ دریافت کیا گیا اور اُس نے چھپایا تو قیامت کے دن اسکو آگ کی لگام لگائی جائیگی

جاہل اگرچہ اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے سوال نہیں کرتا مگر درحقیقت اس کا جہل ہی اس کا سوال ہے۔ اسی اہم فریضہ کی جانب امام غزالیؒ متوجہ فرماتے ہیں۔

واکثر الناس جاھلون بالشرع فی شروط الصلوٰة فی البلاد	لوگوں کی شریعت سے ناواقفیت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ شہروں تک میں اکثر افراد نماز کی شرط

فكيف في القرى والبوادي ومنهم
الاعراب والاكراد والتركمانية
وسائر اصناف الخلق

تک سے ناواقف ہیں پھر دیہاتوں اور گاؤں کا
کیا ذکر جن میں سب دیہاتی اور کرد اور ترکمان
اور سب قسم کے لوگ ہیں

اپنے دور کا یہ نقشہ کھینچکر پھر اس کی وجہ پر متنبہ فرماتے ہیں۔

ومعلوم ان الانسان
لا يولد عالما بالشرع واتما
يجب التبليغ على اهل العلم فكل
من تعلم مسئلة واحدة فهو
من اهل العلم بها

یعنی ہر انسان ماں کے پیٹ سے دین کا عالم
ہو کر پیدا نہیں ہوا پس لامحالہ اس تک دین کا پہنچانا
اہل علم کے لئے ضروری ہے پس جس شخص نے ایک
مسئلہ بھی سیکھ لیا وہ اس مسئلہ کا عالم ہوا اور اس کے لئے
ضروری ہوگا کہ اس مسئلہ کو دوسروں تک پہونچائے

امام غزالیؒ کے نزدیک اس اہم کام سے غفلت اور ذہول کی وجہ یہ ہوئی کہ علماء فروعات اور جزئیات میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ اصل شے کی جانب توجہ کرنا چھوٹ گیا۔ چنانچہ آخر میں فرماتے ہیں۔

وهذا اشغل شاغل لمن
يهمه امر دينه يشغله عن
تجزية الاوقات في التفريعات
النادرة والتعمق في دقائق العلوم
التي هي من فروض الكفايات
ولا يتقدم على هذا الا فرض
عين او فرض كفاية هو اهم منه

جس کو واقعی اپنے دین کی فکر ہے اس
کے لئے یہ خود ایسا مشغلہ ہے کہ اس کو کبھی بھی
پیش آنے والے فروع اور علوم میں موشگافی
سے کام لینے کی فرصت نہیں ملتی جو خود
فرض کفایہ ہیں اور اس پر صرف فرض
عین مقدم ہے یا ایسا فرض کفایہ
جو اس سے زائد اہم ہو

(احیاء کتاب الامر بالمعروف)

(۲) امر بالمعروف و نہی عن المنکر:۔

(یعنی دینِ حق کے موافق لوگوں سے عمل کرانا اور اوامر خداوندی کی پابندی کرانا اور نواہیٔ شرعیہ سے باز رکھنا)

محض علم دین کا حاصل کرنا انسانی ترقی کے لئے کافی نہیں تاوقتیکہ اس کے ساتھ عمل مقرون نہ ہو۔ دین محض علوم و معارف کا ذخیرہ نہیں بلکہ عملی زندگی کا مکمل دستور العمل ہی جس کے تمام احکام پر عمل ترقی دارین کے لئے ناگزیر ہے، پس لامحالہ ایسی جماعت کا بھی ہونا ضروری ہے جو مخلوق کو اس دین کے مقتضیات کے موافق چلائے یہ فریضہ تمام اُمّت محمدیہ کا ہے بلکہ اُن کا اصل کار اور منصب مفوضہ یہی ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

کنتم خیر امة اُخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتومنون باللہ	تم بہترین اُمّت ہو پیدا کئے گئے ہو لوگوں کے لئے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔
المومنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر	مومن مرد و عورت بعضے بعضوں کے دوست ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر و نہی کو ایمان کا خاصہ اور ہر مومن کا فریضہ قرار دے کر اس کے مراتب کو متعین فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه	جو تم میں سے کسی منکر کو دیکھے چاہیئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹادے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان

فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک — سے روک دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل

اضعف الایمان — ہی سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔

گویا امر و نہی کے تین درجے ہیں۔ بازو کے زور سے، زبان کے زور سے قلب کی نفرت وحقارت سے۔ اور تینوں درجے مراتب ایمان پر متفرع ہیں۔ ایمان قوی۔ ایمان متوسط۔ ایمان ضعیف۔ اگر امر و نہی کا کوئی سا بھی درجہ نہیں تو ایمان کے کسی مرتبہ پر بھی فائز نہیں۔ جیساکہ دوسری روایت میں صراحت ہے۔

ولیس وراء ذٰلک حبۃ خردلۃ من الایمان — اس کے بعد رائی برابر بھی ایمان نہیں ہے

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے میں یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ ابتداءً صرف اُن معروفات اور منکرات کو لے جو سب کے نزدیک مسلمات سے ہیں اور کسی کو اُن میں خلاف نہ ہو اور اپنا پورا زور و قوت انہی پر صرف کرے نزاعی اور اختلافی امور کو نہ چھیڑے اور اہم کے ہوتے ہوئے غیر اہم میں مشغول نہ ہو جیساکہ حضرت شاہ ولی اللہؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"حد امر بالمعروف چنانچہ بخاطر ایں فقیر ریختہ آن است کہ در فرائض وکبائر ذنوب وشعائر اسلام بعنف امر بالمعروف ونہی عن المنکر باید کرد و باکسانیکہ درآں باب تساہل دارند صحبت نہ باید داشت ودشمن ایشاں باید بود۔ ودر سائر اوامر خصوصاً درانچہ سلف یا خلف اختلاف کردہ باشند امر معروف ونہی منکر بتبلیغ آں حدیث است ولیس عنف درآں مستحسن نیست (تفہیمات ج ۲ ص ۲۴)

(۴) باہمی تعاون وتناصر اور خیر خواہی

دین حق پر دوسروں کو چلانا معمولی کام نہیں جسے افراد اور اشخاص انجام دے سکیں اس کے لئے باہمی تعاون اور جماعتی قوت کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وتعاونوا على البر والتقوى ولا — اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی

تعاونوا على الاثم والعدوان — اعانت کرو اور گناہ اور سرکشی پر تعاون نہ کرو

یہ تعاون و توافق اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب باہم اُلفت و محبت ہو چنانچہ تمام مومنوں میں اخوت کا رشتہ قائم کیا گیا۔

انما المومنون اخوة فاصلحوا — جملہ مومن بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں

بين اخويكم واتقوا الله — کے مابین صلاح پھیلاؤ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو

پھر اس اخوتِ اسلامی کو مستحکم اور مضبوط کرنے کے لئے ہر ایک کی عزت و حرمت نصرت و خیر خواہی کو لازمی قرار دیا گیا اور ہر مومن کے حقوق اور مقتضیات ایمان کو متعین کیا گیا اور اُن کی پاسداری کی تاکید فرمائی گئی۔ یہ چند امور ہیں جو امّتِ مسلمہ کی اجتماعی ترقی اور عروج کا اسلم ترین ذریعہ اور اُس کے لئے موقوف علیہ ہیں۔ اگر ان امور کو اجتماعی طور پر انجام دیا جائے تب اجتماعی ترقی ہوگی اور اُن کے عروج کے بقدر اعتصام بحبل اللہ ہوگا پھر اسی کی بقدر جماعتی نظام اور جماعتی اقتدار خود بخود قائم ہوتا چلا جائے گا بشرطیکہ اجتماعی کوشش ہو صرف انفرادی آواز نہ ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

واعتصموا بحبل الله جميعا — اور اللہ تعالیٰ کی رسی (دین) کو سب ملکر مضبوط پکڑو

جیسا کہ اجتماعی طور پر اعتصام بحبل اللہ کے لئے سربلندی علو اور اقتدار لازم ہے ایسا ہی انفرادی راہوں کا اختیار کرنا کمزوری اور ہوا خیزی پیدا کرتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

ولا تنازعوا فتفشلوا و — اور الگ الگ ٹکڑے نہ ہو جاؤ۔ تم کمزور

تذهب ريحكم — ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا خیزی ہوگی۔

(۵) یہ امور جو اجتماعی ترقی اور عروج کا ذریعہ ہیں اُن کو فروغ اور رواج دینے کی اب دو صورتیں ہیں:-

(الف) پہلے دنیوی اقتدار اور غلبہ حاصل کیا جائے۔ پھر حکومت کے زور سے اُن امور کو رائج کیا جائے۔

(ب) حق سبحانہٗ تعالیٰ کا حکم ہونے کی وجہ سے ان امور کی بجا آوری اور فروغ میں مشغول ہو جائیں۔ پھر جو کچھ اس کے ثمرات مرتب ہوں ان کو خدا کی نعمت اور رحمت سمجھ کر اس کی مرضیات میں کام لائیں۔

پہلی صورت انبیاء اور رسولوں کا طرز نہیں۔ انبیاء کرام کا طریق محض دعوت اور ترغیب و ترہیب تھا۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی	دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت ضلالت سے خوب واضح ہو چکی ہے۔

دین کی جانب زبردستی نہیں بلایا جا سکتا بلکہ اُس کی صورت صرف یہی ہے کہ حق اور ناحق کو واضح کر دیا جائے اور کھرے کو کھوٹے سے ممتاز کر دیا جائے۔ اس لئے کہ انسانی زور سے خدائی بات کو منوانا یہ خدا کی اطاعت اور بندگی نہیں بلکہ انسان کے حکم کی تعمیل ہے۔ اسی لئے تمام انبیاء کرام نے بجائے پہلی صورت کے دوسری صورت کو اختیار فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی بیوی نے بیٹا بنا رکھا تھا۔ انہی کی گودوں میں پرورش پائی تھی۔ بہترین موقع تھا کہ اس ذریعہ اقتدار حاصل کر لیا جاتا اور اس اقتدار کے ذریعہ دین حق کو بسہولت پھیلایا جاتا مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ اس اقتدار کی دنیا سے نکال کر شہر بدر کیا گیا۔ پھر انتہائی

کس مپرسی اور مظلومی کی حالت میں زبردست قوتوں سے ٹکرانے اور پیام حق کو پہونچانے کا منصب عطا کیا گیا۔

عادۃ اللہ ہمیشہ سے یہی جاری ہے اور خدائی عادات میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا — اللہ تعالےٰ کی عادتوں میں تغیر و تبدل ہرگز نہ پاسکوگے

حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اپنے کرم سے دستگیری فرمائی اور ایک ایسے دستور العمل کی جانب رہبری فرمائی جو اسوۂ حسنہ نبوی سے ماخوذ ہے اور انبیاء کرام اور صحابۂ کرام کے طرزِ زندگی کا نمونہ اور ابتدائی خاکہ ہے اور جس میں وہ تمام امور بھی آگئے جو اجتماعی ترقی کا ذریعہ ہیں اور ساتھ ساتھ انفرادی ترقی کا بھی کوئی پہلو چھوٹا نہیں جس کی اصلی روح تعلق مع اللہ ہے جو تمام ترقیوں کا سربستہ راز ہے۔

اس دستور العمل کے چند اجزاء ہیں۔

(۱) خدا کی خدائی۔ خدا کی یکتائی۔ خدا کی حکومت۔ خدائی زور و تسلط۔ اپنی محکومی بندگی اور غلامی کا اعتراف اور اس حد تک اعتراف کہ زبان سے اقرار ہو۔ کان آشنا ہوں اور دل کی گہرائیوں میں ایسا پیوست ہوجائے کہ خود بندگی اور غلامی کے جذبات نشو و نما پائیں پھر اس بات کا اعتراف کہ بندگی اور غلامی اس طرح کروں گا جس طرح اللہ کے رسول نے بتلایا ہے اور زندگی کو اُس دستور العمل کے مطابق گزاروں گا جو سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں بتلایا گیا ہے یہی "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا مفہوم اور مقصود ہے۔ اس کلمہ اور اس کے مفہوم کی بار بار اتنی تکرار ہو کہ دل و دماغ میں سما جائے اور نفس انسانی ناچار و مجبور ہو کر خود بخود خوگر بندگی بن جائے۔

(۲) بندگی کا یہ قولی اعتراف تھا۔ عملی اعتراف نماز ہے جس کو شب و روز میں اوقات مقررہ پر مامور بہ طریق کے ساتھ ادا کرنا ہر مسلمان کے لئے لازمی ہے مگر یہ اعتراف رسمی نہ ہو بلکہ حقیقی ہو جس کا پوری زندگی پر اثر پڑے اور زندگی گندگی سے شستہ ہو کر بندگی سے آراستہ ہو جائے

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر یقیناً نماز فحش اور منکر سے روکتی ہے۔

عملی اعتراف کا دوسرا طریق روزہ ہے کہ سال کے ایک مقرر اور مبارک مہینہ (رمضان) میں مالوفات کو چھوڑ کر نفس کو بندگی پر مجبور کرنا۔ یہ جانی اعتراف ہے

دوسرا شعبہ مالی اعتراف کا ہے یعنی محنت و مشقت کر کے مال حاصل کرو۔ اور جب ایک خاص مقدار تک پہنچ جائے تو مولائے کریم کے نام کا چالیسواں حصہ نکال کر قانون الٰہی کے مطابق اس کے مستحقوں کے حوالے کر دو جس کو زکوٰۃ کہتے ہیں

جانی اور مالی دونوں کا یکجائی اعتراف حج بیت اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

(۳) اس دستور العمل اور آسمانی کتاب کے ساتھ تعلق اور لگاؤ پیدا کرنا جو ہماری ہدایت اور رہنمائی کے لئے نازل کی گئی ہے اور پیام ربانی کی اس کیفیت اور عظمت و محبت کے ساتھ تلاوت کرنا کہ جسم کا رواں رواں متاثر ہو جائے اور اس دستور کے موافق زندگی گزارنے کے جذبات برانگیختہ ہوں

ولقد یسرنا القرآن للذکر اور البتہ ہم نے قرآن کو نصیحت کرنے کے لئے

فھل من مدکر سہل کر دیا ہیں کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے

اس کے ساتھ ساتھ کچھ وقت ان دینی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے میں صرف کرنا جن سے قرآن کریم کے تفصیلی احکام معلوم ہوں۔ تا کہ ان احکام خداوندی پر عمل پیرا

ہوں۔ علم عمل کی طرف رہبری کرے اور عمل دوسرے علوم و معارف کی رہنمائی کرے ارشاد نبوی ہے

من عمل بما یعلم اورثہ الله علما مالم یعلم

جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُس کو نامعلوم علوم کا وارث بنا دیتا ہے

(۴) کچھ وقت اپنے مولائے کریم کے دھیان اور ذکر و فکر میں گزارے اس پاک ذات کا تصوّر اور ادراک ناممکن اور محال ہے۔ اس لئے اس کی عالی صفات کے ذریعہ مشاہدۂ خداوندی میں مشغول ہو مثلاً کلمہ تمجید سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم کو سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام کو معنی اور مفہوم کا دھیان کرتے ہوئے پڑھے اور ادائے بندگی میں غفلت و کوتاہی پر نادم اور شرمسار ہو کر صمیم قلب سے سو مرتبہ صبح و شام استغفار پڑھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محسن و مربی سمجھ کر ادائے شکرانہ کے طور پر سو مرتبہ صبح و شام درود شریف پڑھے۔

(۵) ان بندگانِ خدا کے ساتھ جو بندگی کا اعتراف کرکے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے حُسنِ سلوک اور عزت و حرمت کا برتاؤ کرنا اُن کے حقوق ادا کرنا اُنکی ایذا رسانی کے طریقوں سے بچنا، راحت رسانی کی صورتیں پیدا کرنا، ہر حال میں غیروں پر ان کو ترجیح دینا بالخصوص مقربان درگاہِ خداوندی و علمار علوم نبوی کی عظمت اور توقیر کرنا جو اس امانتِ خداوندی کی بقا اور حفاظتِ دین کا ذریعہ ہیں۔ ارشاد نبوی ہے۔

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف حق کبیرنا ولیس منا

یعنی جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں

من غشنا ولا یکون المومن مومنا حتی یحب المومنین ما یحب لنفسہ
(طب کنز العمال)

اور جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں اور مومن مومن نہیں ہوتا تاوقتیکہ محبوب نہ رکھنے لگے۔ مومنوں کے واسطے اُس کو جو اپنے لئے محبوب رکھتا ہے

ان چند کاموں کا کرنا ہر شخص کے لئے آسان ہے اور ہر شخص کی اسلامی ترقی کا یہی ذریعہ بن سکتے ہیں جس سے کوئی ذی فہم انکار نہیں کر سکتا اگر ان کے علاوہ کوئی اور ترقی کا ذریعہ ہوتا تو ہمیں ضرور بتلایا جاتا مگر تنہا ان امور کی پابندی کرنا ایک انفرادی ترقی ہے جو اسباب کی ناہمواری اور ماحول کے فساد کی وجہ سے مشکل بھی ہے اور دیر طلب بھی۔ اگر اس کے ساتھ انبیاء کرام اور صحابۂ عظام کے طریق کار کو ملا لیا جائے اور اجتماعی طور پر ان باتوں پر عمل کرنے اور عمل کرانے کی کوشش شروع کردی جائے تو بہت جلد ترقی ہو اور مقصود تک رسائی ہو جائے خود بھی جلد کامیاب ہو اور دوسرے بھی کامیابی اور ترقی کے راستہ پر پڑ جائیں۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا و ان اللہ لمع المحسنین۔

اس کی صورت یہ ہے کہ اہل ایمان اپنا کچھ وقت دعوت حق کے لئے فارغ کریں اور جماعتیں بنا کر اجتماعی طور پر در بدر کوچہ بکوچہ دہ بدہ شہر در شہر ان مقاصد کو لیکر پھریں اور مسلمانوں کو ان امور کی پابندی پر آمادہ کریں۔ مخالفوں کی مخالفت۔ دشمنوں کی دشمنی۔ غیروں کی ایذارسانی کی پرواہ نہ کریں اور ہر مشقت اور تکلیف کو برداشت کرکے دوسروں کو حق کی طرف بلائیں جیسا کہ تمام انبیاء کرام کا طریق اور سیدالانبیاء والمرسلین کی خصوصی شان تھی علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ پھر مہینے میں سے کچھ دن اور سال میں سے

چند مہینے اس نظریہ سے فراغ کریں کہ یہ دن اسی طرح گزارے جائیں جس طرح انبیاء کرام نے پوری زندگی گزاری اور اظہار بندگی کا وہی طریقہ اختیار کیا جائے جس کو انبیاء کرام نے اختیار کیا۔ اور چند دن زندگی کو اصلی رنگ میں گذارنے کی سعادت اختیار کی جائے

اس کے لئے چند آدمی اس خیال میں ہم خیال ہو کر ترکِ وطن کریں اور دوسری جگہ کا سفر اختیار کریں۔ وہاں مجاہدانہ زندگی ہو۔ باہم اخوتِ اسلامی اور موالات ہو۔ باہمی ہمدردی، انکساری۔ رواداری کا پورا مظاہرہ ہو اور سارا وقت دین سیکھنے دین سکھانے دوسروں کو حق کی طرف بلانے اور خدا کے کام اور کلام کے فروغ دینے اور خدا کی یاد میں صرف ہو اور قدم قدم پر دعا اور التجا الی اللہ ہو۔ اپنے میں جو زیادہ علم والا ہو اس کو اپنی جماعت کا معلم مقرر کریں تاکہ ہر ایک کی حیثیت کے موافق اس کی تعلیم کا نظم ہو اور ایک سمجھدار شخص کو اپنا امیر بنالیں تاکہ وہ سب کی نگرانی کرے اور سب کو تعلیم و تعلم اور تبلیغ و تذکیر اور یادِ الٰہی میں مصروف رکھے اور سب کی راحت رسانی اور خدمت گذاری اپنا وظیفۂ منصبی سمجھے۔ ان چند روز کا مشغلہ تعلیم و تعلم بھی ہو اور نفس کی تربیت اور اصلاح بھی اور رشد و ہدایت کا کام بھی، تو گویا یہ چلتی پھرتی خانقاہ اور تعلیم گاہ بھی ہو اور رشد و ہدایت کی جماعت بھی اور گویا یہ نمونہ ہوں اسلاف کی زندگی کا جو خدا اور رسول کو مرغوب اور پسندیدہ ہے۔

کام کرنے کا طریقہ

کم از کم دس آدمیوں کی جماعت تبلیغ کے لئے نکلے۔ اول اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنائے اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور بہتر ہے کہ اگر وقت مکروہ نہ ہو تو وضو کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کریں (لیکن اس کا التزام نہ کیا جائے) سب مل کر حق تعالےٰ

کی بارگاہ میں التجا کریں اور نصرت و کامیابی اور تائید خداوندی اور توفیق الٰہی کو طلب کریں اور اپنے ثبات و استقلال کی دعا مانگیں۔ دعا کے بعد سکون و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوں اور فضول باتیں نہ کریں جب اُس جگہ پہونچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دعا مانگیں اور تمام محلہ یا گاؤں میں گشت کر کے لوگوں کو جمع کریں اوّل اُن کو نماز پڑھوائیں اور پھر ان امور کی پابندی کا عہد لیں اور اس طریقہ پر کام کرنے کے لئے آمادہ کریں اور اُن لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازوں پر جا کر عورتوں سے بھی نماز پڑھوائیں اور ان باتوں کی پابندی کی تاکید کریں۔

جو لوگ اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اُن کی ایک جماعت بنا دی جائے اور اُن میں سے ایک شخص کو اُن کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نگرانی میں اُن سے کام شروع کرا دیا جائے اور پھر ان کے کام کی نگرانی کی جائے۔ ہر تبلیغ کرنے والے کو چاہیئے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے اور امیر کو چاہیئے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمتگذاری اور راحت رسانی ہمت افزائی اور ہمدردی میں کمی نہ کرے اور قابل مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اس کے موافق عمل کرے۔

تبلیغ کے آداب

یہ کام حق تعالیٰ کی ایک اہم عبادت اور سعادت عظمیٰ ہے اور انبیاء کرام کی نیابت ہے۔ کام جس قدر بڑا ہوتا ہے اُسی قدر آداب کو چاہتا ہے۔ اس کام سے مقصد دوسروں کو ہدایت نہیں بلکہ خود اپنی اصلاح اور عبدیت کا اظہار ہے اور حکم خداوندی کی بجا آوری اور خود اپنی فلاح اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔ پس چاہیئے کہ امور مندرجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرے اور اُن کی پابندی کرے۔

(۱) اپنا خرچ کھانے پینے کرایہ وغیرہ حتی الوسع خود برداشت کرے اور اگر گنجائش اور وسعت ہو تو اپنے نادار ساتھیوں پر بھی خرچ کرے۔

(۲) اپنے ساتھیوں اور اس مقدس کام کرنے والوں کی خدمت گذاری اور ہمت افزائی کو اپنی سعادت سمجھے اور اُن کے ادب واحترام میں کمی نہ کرے۔

(۳) عام مسلمانوں کے ساتھ نہایت تواضع اور انکساری کا برتاؤ رکھے، بات کرنے میں نرم لہجہ اور خوشامد کا پہلو اختیار کرے۔ کسی مسلمان کو حقارت اور نفرت کی نظر سے نہ دیکھے۔ بالخصوص علماء دین کی عزت اور عظمت میں کوتاہی نہ کرے جس طرح ہم پر قرآن اور حدیث کی عزت وعظمت ادب واحترام واجب اور ضروری ہے اسی طرح ان مقدس ہستیوں کی عزت وعظمت ادب واحترام بھی ضروری ہے جن کو خدائے تعالےٰ نے اپنی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ علماء حق کی توہین دین کی توہین کے مرادف ہے جو خدا کے غیظ وغضب کا موجب ہے۔

(۴) فرصت کے خالی وقتوں کو بجائے جھوٹ غیبت۔ لڑائی فساد کھیل تماشے کے مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور مذہب کے پابند لوگوں کے پاس بیٹھنے میں گذارے جس سے خدا اور رسول کی باتیں معلوم ہوں۔ خصوصاً ایام تبلیغ میں فضول باتوں اور فضول کاموں سے بچے، اور اپنے اوقات کو تین حصّوں پر تقسیم کرے۔ اوّل تعلیم جو علم جماعت کے زیر نگرانی ہو۔ دوسرے ذکر اور تلاوت قرآن اور دیگر اوراد میں مشغولی۔ تیسرے دوسروں کو اس کام کی ترغیب دینا اور اس کا مقصد سمجھانا جو امیر جماعت کی اجازت سے اس کی ہدایت کے موافق ہو۔

(۵) جائز طریقوں سے حلال روزی حاصل کرے اور کفایت شعاری کے ساتھ

اس کو خرچ کرے اور اپنے اہل و عیال اور دیگر اقربا کے شرعی حقوق کو ادا کرے۔

(۶) کسی نزاعی مسئلہ اور فروعی بات کو نہ چھیڑے بلکہ صرف اصول ایمان کی طرف دعوت دے اور ارکان اسلام کی تبلیغ کرے۔

(۷) اپنے افعال و اقوال کو خلوص نیت کے ساتھ مزین اور آراستہ کرے کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی موجب خیر و برکت اور باعث ثمرات حسنہ ہوتا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا ہی میں کوئی ثمرہ نکلتا ہے اور نہ آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے۔ حضرت معاذؓ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انھوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ دین کے کاموں میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی کافی ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ "حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں صرف اُس عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کے لئے کیا گیا ہو"

دوسری جگہ ارشاد ہے "حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں"۔ پس سب سے اہم اور اصل شئے یہ ہے کہ اس کام کو خلوص کے ساتھ کرے ریا اور نمود کو اس میں دخل نہ ہو جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر کام میں ترقی اور سرسبزی ہوگی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اسلامی سلطنت عروج پر تھی اور مدارس اور خانقاہیں آباد تھیں۔ ہر طرف علوم و معارف کا چرچا تھا۔ پھر بھی اُنھوں نے اس کمی کو محسوس کیا اور ابنائے زمانہ کو اس کام کی طرف متوجہ کیا۔ فرماتے ہیں

وان کان لا یدری ان مایرتکبہ — اور اگر کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ جس کا مرتکب ہو رہا ہے

ذنب فعلى العالم ان يعرفه ذلك
بان يتكفل كل عالم باقليم او بلدة
او محلة او مسجد او مشهد يعلم
اهله دينهم ويميز ما يضرهم
عما ينفعهم وما يشقيهم عما
يسعدهم ولا ينبغي ان يصبر
الى ان يسئل عنه بل ينبغي
ان يتصدى لدعوة الناس
الى نفسه فانهم ورثة الانبياء
والانبياء ما تركوا الناس على
جهلهم بل كانوا ينادونهم
في مجامعهم ويدورون على
ابواب دورهم في الابتداء
ويطلبون واحدا واحدا
فيرشدونهم فان مرض القلوب
لا يعرفون مرضهم كما ان
الذي ظهر على وجهه برص
ولا مراة معه لا يعرف مرضه
مالم يعرفه غيره وهذا

وہ گنہ ہے تو عالم پر فرض ہے کہ اس کو اس سے
آگاہ کرے اور اس کا طریق یہ ہے کہ ہر عالم ایک
ایک علاقہ یا شہر یا محلہ یا مسجد یا اجتماع کا ذمہ
لے لے کہ وہاں کے لوگوں کو دین کی تعلیم دے
اور جس بات میں ان کا نقصان ہو اور جس بات
میں ان کا فائدہ ہے جو ان کے لئے خیر و
برکت کا باعث ہو اور جو ان کے لئے مہلک اور
تباہ کن ہے سب کو کھول کر بیان کرے اور
اس کا انتظار نہ کرنا چاہیئے کہ اس سے خود
دریافت کیا جائے بلکہ اس کو لوگوں کو دعوت
دینے کا انتظام کرنا چاہیئے کیونکہ یہ وارث
انبیاء ہیں اور انبیوں نے لوگوں کو ان کے
جہل پر چھوڑ نہیں دیا تھا۔ بلکہ وہ ان کے
مجمعوں میں پکارتے تھے اور خود شروع
میں در در پھرتے تھے اور ایک ایک کی
تلاش میں رہتے تھے اور ان کو ہدایت
فرماتے تھے اس لئے کہ دل کے بیمار
اپنے مرض کو نہیں پہچانتے۔ جیسے کہ کسی
کے چہرہ پر داغ ہو جائیں اور آئینہ نہ ہو تو جب

فرض عين على العلماء كافة
وعلى السلاطين كافة ان
يرتبوا فى كل قرية وفى كل
محلة فقيها متدينا يعلم الناس
دينهم فان الخلق لايولدون
الا جهالا فلا بد من تبليغ
الدعوة اليهم فى الاصل والفرع
والدنيا دار المرضى اذ ليس
فى بطن الارض الا ميت
ولا على ظهرها الا سقيم و
مرضى القلوب اكثر من مرضى
الابدان (الربع الرابع من
كتاب الاحياء باب دواء التوبة)

تک اُس کو دوسرا نہ بتلائے اُس
کو اس کی خبر ہوگی علماء اور شاہان
اسلام کے ذمہ فرض عین ہے کہ ہر گاؤں اور
محلہ میں ایسا دیندار عالم مقرر کریں جو لوگوں
کو اُن کا دین سکھائے کیونکہ لوگ جاہل
پیدا ہوئے ہیں۔ پس دین کے
اصول و فروع کے متعلق اُن کو
دعوت دینے اور تبلیغ کرنے کی
ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا تو
بیماروں کا گھر ہے، زمین کے
اندر مردے ہیں اور اوپر بیمار ہیں
اور دل کے بیمار جسم کے بیماروں
سے زائد ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کی دیہاتی آبادی اور دار الاسلام کے اطراف و نواح کے رہنے والوں کی دینی بے خبری جہالت و غفلت کا ذکر کرتے ہوئے علماء اور شہری مسلمانوں کو اُن کے اس فریضہ کی طرف متوجہ فرماتے ہیں

واكثر الناس جاهلون بالشرع
فى شروط الصلوة فى البلاد
فكيف فى القرى والبوادى

اکثر لوگ شہروں میں نماز کی شرطوں کے بارے
میں شرعی احکام سے ناواقف ہیں،
دیہاتوں اور گاؤں کا کیا ذکر انہیں میں سے

ومنهم الاعراب والاكراد و
التركمانية وسائر اصناف الخلق
ومعلوم ان الانسان لا يولد عالما
بالشرع وانما يجب التبليغ على
اهل العلم فكل من تعلم مسئلة
الواحدة فهو من اهل العلم
بها وهذا اشغل شاغل لمن
يهمه امر دينه يشغله عن
تجزية الاوقات فى التفريعات
النادرة والتعمق فى دقائق العلوم
التى هى من فروض الكفايات ولا
يتقدم عليها الا فرض عين او
فرض كفاية هو اهم منه

دیہاتی کرد ترکمان اور دوسری
قومیں ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ انسان
ماں کے پیٹ سے شریعت کا عالم نہیں
پیدا ہوتا۔ تبلیغ کرنا اہل علم کا فریضہ
ہے۔ پس جس نے ایک مسئلہ بھی سیکھ
لیا وہ اس کا عالم ہے جس کو واقعی اپنے
دین کی فکر ہے اس کو کبھی کبھی پیش آنے
والے تفریعات اور باریک علوم میں
موشگافی کی فرصت نہیں ہو سکتی جو
خود فرض کفایہ ہیں اور اس پر
صرف فرض عین مقدم ہے یا وہ
فرض کفایہ جو اس سے زیادہ
اہم ہو۔

(الربع الثانی فی کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر احیاء)

اس اہم کام کی جانب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جابجا متوجہ فرمایا ہے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ایں فقیر از نقد وقت خود می
نویسد کہ مدتہا از علوم و معارف و از
احوال و مقامات در رنگ ابر نیساں

یہ فقیر اپنی دلی تمنا اور اپنا حال لکھتا ہے
کہ مدتوں علوم و معارف اور احوال و
مقامات ابر نیساں کی طرح برسے

رنجکند و کارے کہ باید کرد بعنایت اللہ سبحانہ کردند۔ الحال آرزوئے نماندہ است الا احیاء سنتی از سنن مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات نمودہ آید و احوال و مواجید مر ارباب ذوق را مسلم باشد

اور جو کرنا تھا اللہ کی عنایت سے انجام دیا۔ اب اس کے سوا کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ حضور کی سنتوں میں سے کسی سنت کا احیاء عمل میں آوے اور احوال و مواجید ارباب ذوق کو مبارک ہوں

(مکتوب سی ہفتم شیخ محمد خیری)

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں

بزرگ ترین خیرات سعی در ترویج شریعت است و احیاء حکمی از احکام آں علی الخصوص در زمانیکہ شعائر اسلام منہدم شدہ باشند کرورہا در راہ خدائے عزوجل و علا خرچ کردن برابر آں نیست کہ مسئلہ از مسائل شرعیہ را رواج دادن چہ دریں فعل اقتداء بہ انبیاء است کہ بزرگ ترین مخلوقات اند۔ علیہم الصلوٰت والتسلیمات و شارکت است باآں اکابر و مقرر است کہ کامل ترین حسنات بایشاں مسلم نمودہ اند و

سب سے بڑی نیکی شریعت کی ترویج کے لئے کوشش کرنا اور اُس کے احکام میں سے کسی حکم کو زندہ کرنا ہے خصوصاً ایسے زمانہ میں کہ شعائر اسلام مٹ گئے ہوں خدا کے راستہ میں کروڑوں خرچ کرنا کسی مسئلہ شرعیہ کے رواج دینے کے برابر نہیں۔ کیونکہ مسئلہ شرعی کو رواج دینا انبیاء علیہم السلام کا کام ہے جو اللہ کی مخلوقات میں سب سے اعلیٰ و افضل ہیں اور یہ فعل ان حضرات کے ساتھ شارکت ہے،

وخرچ کردن کرور ہا خیر ایں اکابر ما نیز میسر است۔

(مکتوب چہل و ہشتم ۴۸ شیخ زید)

اور یہ مسلم ہے کہ مکمل ترین نیکیاں اور کار خیر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے حصہ میں رکھے ہیں۔ کروڑوں خرچ کرنا تو دوسروں کو بھی میسر ہے

خانِ اعظم کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

امروز آں روز است کہ عمل قلیل را باجر جزیل بہ اعتبار تمام قبول می فرمایند از اصحاب کہف غیر از ہجرت عملے دیگر نمایاں نیست کہ ایں ہمہ اعتبار پیدا کردہ است سپاہیاں در وقت غلبۂ اعدا اگر اندک تردد می کنند اعتبار بسیار پیدا می کنند بخلاف در وقتِ امن و تسکین اعدا۔

آج وہ دن ہے کہ قلیل عمل کو ثواب عظیم کے ساتھ بڑی توجہ وعنایت سے قبول فرماتے ہیں اصحاب کہف کا ہجرت کے سوا کوئی دوسرا عمل نمایاں نہیں مگر اسی ایک عمل سے ایسی عزت اور اعتبار حاصل کیا۔ دشمنوں کے غلبہ کے وقت سپاہی اگر تھوڑی سی بھی نقل و حرکت اور جرأت دکھلاتے ہیں تو بڑی قدر وقیمت پاتے ہیں بخلاف امن اور دشمنوں کے سکون کے وقت کے۔

آگے چل کر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقولہ نقل فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ می فرمودند اگر من شیخی کنم ہیچ شیخ در عالم مرید نیابد اما مرا کارِ دیگر فرمودہ اند و آں ترویج شریعت و تائید ملت

حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہٗ فرماتے تھے اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی پیر کو دنیا میں مرید نہ ملے لیکن مجھے ایک دوسرے ہی کام کا حکم ہے اور وہ شریعت

است - لاجرم بصحبت سلاطین می رفتند
و بتصرت خود ایشان را منقادی
ساختند و بتوسل ایشان ترویج شریعت
می فرمودند (مکتوب شصت و پنجم ۶۵/۱)

کو رواج دینا اور دین کو قوت بخشتا ہے
چنانچہ آپ بادشاہوں کی صحبت میں تشریف
لے جاتے اور اپنے اثر سے اُن کو مطیع بناتے
اور اُن کے ذریعہ شریعت کو رواج دیتے ۔

ایک مکتوب میں شخصی ذکر اور نفع و ہدایت کا تقابل فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ۔

شخصے بہ ذکر الہی جل سلطانہ
اشتغال دارد دریں اثنا نابینا پیدا شد
کہ پیش راہ او چاہ است کہ اگر یک قدم
دیگر بردارد در چاہ رود دریں صورت
آں شخص را ذکر گفتن بہتر است یا نابینا را
از چاہ خلاص کردن بہتر۔

ایک شخص ذکر الہی میں مشغول ہے اس اثنا
میں ایک نابینا ظاہر ہوتا ہے جس کے
سامنے کنواں ہے اگر وہ دوسرا قدم اٹھائے
کنویں میں جا پڑے ۔ اس موقع پر سوال پیدا
ہوتا ہے کہ اس شخص کا ذکر کرنا بہتر ہے یا نابینا کو
کنویں سے بچانا۔

شک نیست کہ تخلص نابینا بہتر از
ذکر گفتن او وجہ تعالی غنی است از وی و از
ذکر او و نابینا بندہ ایست علی الخصوص کہ بہ ایں
تخلیص مامور شود ایں زمان تخلیص او ہم ذکر
است کہ امتثال امر است و ذکر ادائے یک
حق است کہ حق مولی باشد جل شانہ و در تخلیص
کہ بہ امر واقع شود ادائے دو حق است حق عبد
و حق مولی تعالی بلکہ نزدیک است کہ ذکر گفتن

جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ نابینا کو
بچانا ذکر سے بہتر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس
سے اور اس کے ذکر سے مستغنی ہیں اور نابینا اللہ کا
محتاج بندہ ہے جس سے ضرر کا دور کرنا ضروری ہے
خصوصاً جب کہ خدا ہی کی طرف سے اس کے
بچانے کا حکم ہے اس وقت اس کو بچانا خود
ذکر ہے اس لئے کہ وہ حکم الہی کی تعمیل ہے
خود ذکر کرنے میں ایک حق کی ادائیگی ہے اور

در آں وقت داخل ذنب نمودہ آید چہ ہمہ
وقت ذکر گفتن مستحسن نیست در بعضے اوقات
ذکر ناگفتن مستحسن است و در ایام منہی و در
اوقات مکروہ روزہ ناداشتن و نماز
ناگزاردن از روزہ داشتن و نماز گزاردن
بہتر است

اسکو بچانے سے جبکہ یہ اللہ کے حکم سے ہو دو حق ادا
ہوتے ہیں۔ ایک بندہ کا حق اور ایک مولیٰ
کا حق بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت ذکر کرنا داخل
معصیت ہو اس لئے کہ ہر وقت ذکر کرنا مستحسن
نہیں بعض اوقات میں ذکر نہ کرنا مستحسن ہے۔ عیدین
اور ایام تشریق میں روزہ نہ رکھنا اور اوقات کراہیت حرمت
میں نماز نہ پڑھنا روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے بہتر ہے

اسی اہم کام کی جانب حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی جابجا متوجہ فرمایا اور اُس
کی تفصیلات اور توضیحات بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ فیوض الحرمین میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولنا ان نفرغ علیہ بعث الدعاۃ
والرسل فان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان یبعث فی الاقطار
والقبائل من یدعوھم الی الایمان
باللہ ورسولہ ویبلغھم الشرائع
کما بعث ابا موسیٰ الی الاشعریین
وابا ذر الی غفار واسلم
وعمرو بن مرۃ الی جہینۃ
وعامر الحضرمی الی بنی عبد القیس
ومصعب بن عمیر الی

اور ہم اس سے دین کے داعیوں اور سفیروں کو
علاقہ بہ علاقہ بھیجنے کا نظام نکال سکتے ہیں کیونکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطراف و قبائل
میں لوگوں کو بھیجا کرتے تھے جو دوسروں کو
ایمان و اسلام کی دعوت دیتے اور شریعت
الٰہیہ کے احکام ان کو پہونچاتے جیسا کہ اشعریوں
کی طرف حضرت ابو موسیٰ اشعری کو بھیجا اور قبیلہ
غفار اور اسلم کی طرف حضرت ابوذر غفاری
کو بھیجا اور قبیلہ جہینہ کی طرف حضرت عمرو بن
مرۃ کو اور بنی عبد القیس کے پاس حضرت عامر

اهل المدينة ولم يفوض اليهم شيئاً من امور الخلافة الظاهرة وانما كان شانهم دعوة الناس الى الاسلام وتعليم القرآن والتفقه و فرق بين الخليفة وبين الداعى والرسول فان الخليفة ينبغى ان يكون عالماً وسيع العلم وسيع الكلام والداعى ينبغى ان يكتب له عهد يعمل عليه ليس له وراء ذٰلك و يرجع فيما اشكل الى الخليفة

واكثر سنن الدعاة والرسل تؤخذ من بعث النبى صلى الله عليه وسلم اياهم الى اقوامهم قبل الهجرة

فتدبر (فیوض الحرمین ص٣٦)

حضرمی کو اور اہل مدینہ کے پاس حضرت مصعب بن عمیر کو آپ نے روانہ فرمایا۔ ان لوگوں کو آپ نے حکومت ظاہری کا کوئی کام سپرد نہیں فرمایا۔ ان لوگوں کا کام بس یہ تھا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور قرآن وحدیث کے احکام سکھلائیں۔ خلیفہ (بادشاہ) اور داعی و مبلغ میں فرق ہے۔ خلیفہ کے لئے عالم ہونا وسیع معلومات اور قدرت کلام ہونا ضروری ہے اور داعی اور مبلغ کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کو مختصر باتیں بتلا دی جائیں کہ ان پر عمل کرے ان کے علاوہ امور کے درپے نہ ہو اور جہاں مشکل پیش آئے خلیفہ اور امیر کی جانب رجوع کرے

دعاۃ اور مبلغین کے اکثر طریقے اور ضوابط ان وفود سے اخذ کئے جا سکتے ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل مکی اقوام کی طرف بھیجا جس پر غور وخوض کرنا ضروری ہے۔

کام کی نوعیت اور اہمیت، طریق کار اور اصول وضوابط اور ان کی تائیدات اجمال اور انحصار کے ساتھ ذکر کر دی اب اس کام کو لینا اور اپنانا یہ آپ کا کام ہے۔

مقصد یہ ہرگز نہیں کہ دین کے تمام کاموں کو بند کر کے ہر جماعت صرف اسی کام کو کرنے لگے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تمام دینی کاموں کی اصلی روح یہی ایک کام ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہر جماعت اپنے مشاغل کا جزو اہم اس مقصد اور کام کو بنالے اور اسی جانب متوجہ کرنا مقصود ہے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

امیر کارواں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

ازجناب ابوالاسرار صاحب رمزی اٹاوی

وہ دیوانہ جسے تبلیغ کا سودا سے کامل تھا ۔۔۔ لہو میں جس کے اک سوز روانِ عشق شامل تھا
بہار کیف تھے جس نے چشمے فارانی سعادت کے ۔۔۔ روانہ قافلے کرتا تھا "تبلیغی جماعت" کے
وہ جس کا کار فرما دور رنگ پاکیزہ افسوں ہے ۔۔۔ وہ جس کی کوششوں کا خطۂ میوات ممنون ہے
خموشی سے کیا کرتا تھا جو اسلام کی خدمت ۔۔۔ "نظام الدین" سے دار البقا کو کر گیا رحلت

۲
قیادت سے تری محروم اور مجبور پاتے ہیں ۔۔۔ بھٹکتے کارواں کو تجھ سے کوسوں دور پاتے ہیں
کہاں سے لائیگا کوئی تراوہ درد و دل سوزی ۔۔۔ محبت کی تڑپ، اخلاص مندی، درس آموزی
تماد یدار حق آثار نیکی کی تجارت تھا ۔۔۔ خوشا وہ ہمنشیں حاصل جنھیں فخر زیارت تھا
وفا کے طور پر چڑھ کر پیام راز دیتا تھا ۔۔۔ نئے انداز سے تبلیغ کی آواز دیتا تھا
چراغ حق کے پروانوں کو سوز و ساز دیتا تھا ۔۔۔ حرارت سے نفس کی گرمی پرواز دیتا تھا
قدم تحریک کے بڑھ کر ہیں چومے کامرانی نے ۔۔۔ سہرا تاج پہنایا خدا کی مہربانی نے
کچھ ایسے کارنامے کر دکھائے ناتوانی نے ۔۔۔ ضعیفی کی بلائیں لی ہیں اٹھ اٹھ کے جوانی نے
جہاں سے کوچ کرتے وقت بھی غم تھا جماعت کا ۔۔۔ عمومی تربیت تعلیم اور اس کی اشاعت کا
خدا اس جذبۂ سعی و عمل کا اجر دے تجھکو ۔۔۔ جہانِ آخرت میں منزل صالح ملے تجھکو

۳
نہ پوچھو اہل دل کی موت کیا ہے؟ زندگانی ہے ۔۔۔ اور ان کی زندگی کیا ہے محبت کی کہانی ہے
خدا کے شوق میں یوں سانس لیتا تھا زمانہ میں ۔۔۔ فرشتہ جیسے آہیں بھر رہا ہو قید خانہ میں
خدا کی یاد کا دامن نہ چھوڑا تا دم آخر ۔۔۔ اجل حسرت سے تکتی رہ گئی ذوقِ لب ذاکر

مری حسرت بھری آنکھوں سے جو آنسو ٹپکتے ہیں
کسی کی یاد میں فرشِ زمیں پر سر پٹکتے ہیں